تحقیق وتنقید

مولانا عبدالرحمن مئوی اعظمیؒ
و مولانا ابوالقاسم قدسیؒ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نکاح اور رخصتی کی عمر

اسلام سیاسی، مذہبی، ملکی، تاریخی ہر قسم کی جملہ خوبیوں کا حامل دین ہے۔ اس میں جہاں تہذیب اور تزکیۂ نفس کی تعلیم دی گئی ہے، وہاں گذشتہ اَقوام ومِلل کے حالات و واقعات بھی بتلائے گئے ہیں۔ جس طرح قرآن وحدیث میں اَمثال وعبر اور بصائر وحکم ذکر کئے گئے ہیں، اسی طرح اُمم سابقہ کے اَخبار وقصص بھی جا بجا بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مذہبی اَسفار وکتب کے علاوہ تواریخ وسیر میں بھی بے شمار کتابیں علماءِ اسلام کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ کیونکہ مذہبی حیثیت سے انہیں ان جملہ علوم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس طرح ان کے پاس مذہبی اَحکام ومسائل کا ایک نہایت اہم اور جامع مجموعہ ہے، اسی طرح تاریخی معلومات کا بھی اہم ذخیرہ ان کے پاس موجود ہے۔

چنانچہ وہ مغربی اَقوام جنہیں آج اپنے علم وفضل اور تاریخ دانی پر بڑا ناز ہے، انہوں نے صاف لفظوں میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اہل اسلام نے اپنے مذہب کے ماتحت اس فن میں جو کمال دکھایا ہے اور اپنے بزرگوں کی تاریخ کا جس قدر عظیم الشان ذخیرہ جمع کیا ہے وہ تمام دنیا کیلئے قابل حیرانگی ہے۔

ائمہ اسلام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ ان بزرگوں نے نہ صرف قرآن وحدیث کے جمع وتدوین اور اس کی تالیف وتصنیف تک اپنی مساعی جمیلہ کو پھیلایا بلکہ تین سو برس تک کے ہزاروں لاکھوں امامانِ دین اور حاملانِ شریعت کے ہر ہر واقعہ کو قلمبند کردیا۔ اور ولادت سے وفات تک ان کے واقعات کو مع تاریخ وسال کتابی صورت میں جمع کردیا۔

جس قوم کا مذہبی اور تاریخی معیار اس قدر بلند اور ہمہ گیر ہو کہ اس نے اپنی جماعت کے حالات و واقعات کے جمع وترتیب میں اس قدر سعی بلیغ کی ہو اور تفتیش وتحقیق میں کسی قسم کا تغافل نہ برتا ہو، کیا اس کے لئے یہ ممکن ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسی مقدس اور محترم ہستی کی نسبت اس قسم کا تغافل برتیکہ بجائے ۱۶ برس کے آپؓ کے نکاح کی عمر کو ۶ برس اور آپؓ کی رخصتی کی عمر کو ۱۹ر برس کے بجائے صرف ۹ برس لکھ دے۔ اور پھر چودہ صدیوں کے تمام مسلمان ایک خلافِ واقعہ امر کو آنکھ بند کئے مانتے چلے آئے ہوں۔ اور اسی طرح اس چودھویں صدی میں اس کا انکشاف ہوا کہ آپؓ کے نکاح کی صحیح تاریخ ۱۶ر برس اور رخصتی ۱۹ر برس ہے۔

گویا آج تک کے تمام علماءِ اسلام، کیا فقیہ، کیا محدث، کیا مفسر اور کیا مؤرخ سب کے سب اس واقعہ کے متعلق دس برس کی نہایت زبردست اور فاش غلطی کے جرم کا ارتکاب کرتے آئے۔ (معاذ اللہ) کیونکہ سلف سے خلف تک کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر بوقت نکاح ۱۶/ ۱۷ برس اور بوقتِ رخصتی ۱۹/ برس کی تھی۔ بلکہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ جناب عائشہؓ کا نکاح چھ یا سات برس کی عمر میں ہوا تھا اور آپ کی رخصتی ۹ برس کی عمر میں عمل میں آئی تھی۔

آپؓ کی تاریخ اَزدواج کے متعلق کتبِ اسلامیہ کا متفقہ بیان

چونکہ آپ کے واقعہ نکاح کو مذہب، اَخلاق، معاشرت ہر ایک سے یکساں تعلق تھا، اس لئے علماءِ حدیث، فقہ، اور اصحابِ سیرت ہر ایک نے آپ کے واقعہ نکاح کو لیا ہے اور سب نے یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقتِ نکاح چھ یا سات برس کی تھی اور بوقتِ رخصتی ۹ برس۔ چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداود اور نسائی ان چاروں کتابوں کی متفقہ روایت یہ ہے:

عن عائشة قالت تزوجني رسول الله ﷺ وأنا بنت ست سنين فقدمنا المدينة فنزلنا في بني الحارث بن خزرج فوعكت فتمزق شعري فوفى جميمة فاتتني أمي أمّ رومان وإني لفي أرجوحة ومعي صواحب لي فصرخت بي فأتيتها لا أدري ما تريد بي فأخذت بيدي حتى أوقفتني على باب الدار وإني لأنهج حتى سكن نفسي ثم أخذت شيئا من ماء فمسحت وجهي ورأسي ثم أدخلتني الدار فاذا نسوة من الأنصار في البيت فقلن على الخير والبركة وعلى خير طائر فأسلمتني إليهن فأصلحن من شأني فلم يرعني إلارسول الله ﷺ ضحى فأسلمنني إليه وأنا يومئذ بنت تسع سنين (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۳۸۹۴)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت آنحضرت ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا، اس وقت میری عمر چھ برس کی تھی۔ اس کے بعد ہم لوگ (ہجرت کرکے) مدینہ گئے اور وہاں قبیلہ بنی حارث میں قیام ہوا۔ اس کے بعد مجھے ایسا بخار آیا کہ سر کے تمام بال جھڑ گئے، پھر (از سر نو نکل کر) کندھوں تک ابھی پہنچے تھے کہ میری ماں (اُمّ رومان) میرے پاس آئیں اور میں اس وقت لڑکیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی۔ میں ماں کے پاس چلی گئی۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ آج کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر دروازہ پر (تھوڑی دیر) رکے رہیں۔ میری سانس (کھیل کی وجہ سے) چڑھ رہی تھی۔ جب سکون ہوا تو ماں نے پانی لے کر میرا منہ اور سر دھویا۔ پھر مکان میں لے کر گئیں۔ (گھر میں پہنچ کر دیکھتی ہوں کہ) اَنصار کی عورتیں وہاں موجود ہیں، وہ مجھے دعاءِ خیر اور مبارک باد دینے لگیں۔ ماں نے مجھے ان عورتوں کے حوالہ کیا، انہوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا۔ اب تک مجھے کچھ خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ اور پھر مجھے ان عورتوں

نے آپ کے سپرد کردیا۔ اوراس وقت میری عمر کل ۹ برس کی تھی۔"

ابوداود، نسائی، صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی یہ متفقہ روایت ہے اور لطف یہ ہے کہ اس واقعہ کی راوی بھی خود حضرت عائشہؓ ہی ہیں اور آپ خود اپنا واقعہ اپنی زبان سے فرما رہی ہیں۔ اور نہایت صراحت کے ساتھ بتلا رہی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں چھ برس کی عمر میں میرا آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا۔ اور مدینہ منورہ میں ۹ برس کی عمر میں میری رخصتی ہوئی۔ کیا ایسی پختہ اور معتبر روایت مل جانے کے بعد بھی کسی اور طرف نظر کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث نہ صرف سنن کی ہے بلکہ صحیحین کی بھی ہے جس میں صحیح بخاری بھی شامل ہے۔ اور صحیح بخاری کی صحت اور اعتبار کا جو درجہ اسلام میں تسلیم کیا گیا ہے کسی سے مخفی نہیں کہ "روئے زمین پر قرآن شریف کے بعد سب سے زیادہ معتبر کتاب صحیح بخاری ہے۔"

تمام فقہاءِ امت بھی نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی عمر کے قائل ہیں۔ اور اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے کتنے مسائل کی کتبِ فقہ میں 'تفریع' کی گئی ہے۔ کتاب **الاستيعاب في معرفة الأصحاب** جو صحابہ کے حالات میں نہایت جامع، مبسوط اور معتبر کتاب ہے، اس میں بھی آپ کی عمر یہی مذکور ہے۔ چنانچہ آپؓ کے ترجمہ میں اس کتاب کی عبارت یہ ہے:

عائشة بنت أبي بكر الصديقؓ زوج النبيﷺ تزوجها رسول اللهﷺ بمكة قبل الهجرة بسنتين هذا قول أبي عبيدة وقال غيره بثلاث سنين وهي بنت ست سنين وقيل سبع سنين وابتنى بها بالمدينة وهي ابنة تسع لاأعلمهم اختلفوا في ذلك (استيعاب ص۳۵٦ على هامش الإصابة)

"حضرت عائشہؓ: (آپؓ) حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی ہیں۔ آپ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں ہوا تھا۔ ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ ہجرت کے دوسال قبل یہ نکاح ہوا تھا اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ تین سال قبل ہوا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چھ برس کی تھی اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سات برس کی تھی۔ اور جس وقت آپ کی جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر رخصتی ہوئی ہے، اس وقت آپ کی عمر کل نو برس کی تھی۔ مجھے اس بارے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔"

یعنی آپ کے نکاح کی عمر میں تو ذرا سا اختلاف ہے کہ کسی نے چھ، کسی نے سات برس کی عمر بتلائی ہے مگر رخصتی کی عمر سب کے نزدیک ۹ برس مسلم ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اب رہا یہ چھ سات کا اختلاف تو اہل نظر کے نزدیک کچھ اہم نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب 'اصابہ' میں لکھتے ہیں:

عائشة بنت أبي بكر الصديقؓ ولدت بعد المبعث بأربع سنين أو خمس فقد ثبت في الصحيح أن النبيﷺ تزوجها وهي بنت ست وقيل سبع و يجمع بأنها كانت أكملت السادسة ودخلت في السابعة ودخل بها وهي بنت تسع (۳۵٦/۴)

''عائشہؓ...... حضرت ابوبکرؓ کی لڑکی ہیں۔ نبوت کے چوتھے یا پانچویں سال آپ کی ولادت ہوئی ہے کیونکہ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے آپ کے ساتھ نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ کی عمر چھ برس یا بقول بعض سات برس کی تھی۔ اور ان دونوں اقوال میں کچھ اختلاف نہیں۔ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ چھ برس کی عمر پوری کر کے ساتویں برس میں داخل ہوچکی تھیں۔ اور آپ کی رخصتی ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۹ برس کی تھی۔''

یعنی یہ اختلاف کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ چھ برس کی ہوچکیں تو ساتویں سال میں پہنچ گئیں۔ لہٰذا جس نے چھ سال کہا، اس نے کامل سال مراد لیا اور جس نے سات سال بتلایا، اس نے اس نئے سال کو بھی داخل کرلیا۔ الغرض آپ کی نکاح کی یہ عمر بالکل صحیح اور یقینی ہے۔ اور ان کتب مذکورہ کے علاوہ بھی جتنی کتابیں حدیث و سیر کی ہیں، سب میں آپ کی عمر یہی مذکور ہے کہ بوقتِ نکاح چھ برس اور بوقتِ رخصتی نو برس تھی۔

موجودہ صدی کی نئی تحقیق کی واضح غلطی

اس اہم اور مشہور واقعہ پر اسلام کی تیرہ صدیاں گذر چکیں مگر کسی نے اس واقعہ کی تاریخ کو غلط ثابت کرنے کی ہمت نہیں کی۔ کیونکہ اسلام کے جملہ دواوین و کتب میں کہیں ایک حرف بھی اس کے خلاف نہیں ہے۔ کتبِ اسلامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی نکاح کی عمر چھ برس اور رخصتی کی عمر نو برس ہے مگر آج کے بعض تجدد پسند اصحاب نے، مشکوٰۃ شریف کے اخیر میں جو ایک رسالہ امام خطیب کا لگا ہوا ہے، اس کی ایک عبارت دیکھ کر فوراً یہ لکھ دیا اور اخباروں کے ذریعہ تمام ملک میں اس کی اشاعت بھی کردی کہ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح ۱۶ ر برس اور بوقتِ رخصتی ۱۹ ر برس تھی۔

امام خطیب (مؤلفِ مشکوٰۃ) کی جس عبارت سے یہ اخذ کیا گیا ہے، وہ حضرت اسماء جو حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن تھیں، کا ترجمہ (حالاتِ زندگی) ہے۔ اس کی اصل عبارت یوں ہونی چاہئے:

هي أكبر من أختها عائشة بعشرين سنين وماتت وله مائة سنة وذلك سنة ثلاث وسبعين (الاکمال: ص ۳ ملحقہ مشکوٰۃ شریف) ''اسماءؓ بنت ابی بکر...... اپنی بہن حضرت عائشہؓ سے بیس برس بڑی تھیں، ۷۳ ہجری میں ایک سو برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔''

امام خطیب کی اصل عبارت تو یوں تھی جو ہم نے درج کی لیکن اللہ کاتب پر رحم کرے کہ اس نے عشرین کی جگہ عشر لکھ دیا جس سے ۱۰ عدد کا فرق پڑ گیا۔ یعنی بیس کی بجائے دس ہوگیا۔ اب اس عبارت کا ترجمہ یہ ہوگیا کہ حضرت اسماءؓ حضرت عائشہؓ سے صرف دس برس بڑی تھیں۔

اور اس صورت میں حضرت عائشہؓ جو اپنی بہن اسماءؓ سے بیس برس چھوٹی تھیں، عمر میں صرف دس

برس کم رہ گئیں۔ اور یہاں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت اسماءؓ ایک ہجری میں ۲۷ برس کی تھیں۔ کیونکہ ۷۳ ہجری میں آپ کی عمر سو برس کی ٹھہری تو ایک ہجری میں ۲۷ برس یقینی امر ہے۔ اسی غلطی پر بنیاد بناتے ہوئے جب حضرت عائشہ کی عمر ایک ہجری میں نکالی جائے تو دس برس چھوٹی ہونے کی وجہ سے ۱۷ برس بنتی ہے۔ اگر عمر کا فرق ۲۰ برس کا ہو تو ایک ہجری میں حضرت عائشہ کی عمر ۷ برس بنی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ہمارے واقعہ نگار کو غلطی لگی۔

لیکن ہمارے عجلت پسند بزرگ اسی رسالہ کا وہ مقام دیکھ لیتے جو خاص حضرت عائشہؓ ہی کے ترجمہ کے ساتھ مخصوص ہے تو ہرگز اس فاش غلطی کا ارتکاب نہ کرتے۔ چنانچہ یہی امام خطیب اسی رسالہ میں حضرت عائشہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

عائشة الصديقة أم المؤمنين: عائشة بنت أبي بكر الصديق خطبها النبيﷺ وتزوجها بمكة في شوال سنة عشر من النبوة قبل الهجرة بثلاث سنين وأعرس بها بالمدينة فى شوال سنة اثنتين من الجهرة على رأس ثماني عشر شهراً ولها تسع سنين وقيل دخل بها بالمدينة بعد سبعة أشهر من مقدمه وبقيت معه تسع سنين ومات عنها ولها ثماني عشرة سنة (الاکمال: ص۲۸)

''عائشہؓ صدیقہ اُمّ المومنین: یہ عائشہؓ حضرت ابوبکرؓ کی لڑکی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا اور آپ سے مکہ میں شوال کے مہینہ میں نکاح کیا۔ (یہ واقعہ) ۱۰ر نبوت میں ہوا یعنی ہجرت سے تین برس پہلے اور آپ نے ان کو ۱۸ر مہینہ گذرنے کے بعد ۲ ہجری میں اپنی دلہن بنایا جس وقت آپ کی عمر کل ۹ برس کی تھی اور بعض کا بیان ہے کہ یہ خلوت مدینہ میں تشریف آوری کے صرف سات ماہ بعد واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کا قیام بھی (مکہ کے قیام کی طرح) صرف ۹ ہی برس رہا اور آنحضرت ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی کل عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔''

اس صاف وصریح بیان کے بعد کہ ۶ برس کی عمر میں نکاح ہوا اور ۹ برس کی عمر میں رخصتی ہوئی اور ۱۸ برس کی عمر میں بیوگی کا صدمہ اٹھایا، کیا کوئی منصف اور عقل مند شخص اس کے بعد اس امر کے یقین کرنے میں تامل کرسکتا ہے کہ حضرت اسماءؓ کے ترجمہ میں عشرین کی بجائے عشر کا لفظ محض کتابت کی غلطی ہے۔ ہمیں سخت تعجب ہے کہ لائق مضمون نگار نے اس اصل مضمون سے کیونکر غفلت کی اور ایک غلط عبارت کے ذریعہ تمام دنیا کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ اگر واقعتہً یہ مقام آپ کی نظر سے نہیں گزرا تو یہ ایک اہل علم کے لئے یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ کیونکہ یہ مضمون اسی رسالہ میں ہے جس میں سے آپ مضمون لکھ رہے ہیں اور یہی مقام آپ کے ماخذ کا اصل سرچشمہ ہے۔ اور اگر دیدہ دانستہ اس بددیانتی کا

ارتکاب کیا گیا ہے تو ہمارے خیال میں اس سے بڑھ کر ظلم و خیانت کی شاید کوئی اور مثال نہیں ملے گی۔
اب رہا کتابت میں اس قسم کی غلطیوں کا ہوجانا یہ تو روز مرہ کی بات ہے۔ اہل نظر کے لئے ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں، اکائی دہائی کی آئے دن غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر قرائن بھی تو کوئی چیز ہیں خصوصاً اس حالت میں کہ اسی واقعہ کو دوسری جگہ بالکل صاف اور واضح کردیا گیا ہو اور جملہ دواوین و کتب بھی اس کی تصدیق کرتی ہوں۔

اس موقع پر ہمیں اپنے ان محترم معاصرین سے بھی شکایت ہے جنہوں نے اس صحیح مسلک کی تائید کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ امام خطیب سے اس جگہ غلطی ہوگئی ہے یا یہ کہا گیا کہ یہ رسالہ کوئی ایسا اہم رسالہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک کسی کی غلطی یقینی طور پر معلوم نہ ہو، تب تک اس قسم کا لفظ بولنا بالکل غیر موزوں ہے بالخصوص امام خطیب جیسے بلند پایہ شخص کی طرف جو اس میدان کا اعلیٰ شہسوار ہے۔

حضرت عائشہ کے نکاح پر عقلی اعتراضات

اہل اسلام میں جب تک وسعتِ علم اور دقتِ نظر کا عنصر غالب رہا، کسی فرد نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس عمر میں شادی کو غیر معقول خیال نہیں کیا۔ مگر آج جبکہ ہر طرف کفر والحاد کا غلبہ ہے اور تجدد و نیچریت کا دور دورہ ہے، اس نکاح پر عقلی اعتراضات وارد کئے جارہے ہیں۔ اس موقع پر جو سوالات آج کل عموماً اٹھائے جاتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہؓ جیسی کمسن لڑکی سے آنحضرت ﷺ کو شادی کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟
۲۔ آیا اس عمر کی لڑکی دلہن بننے اور ازدواجی ضرورت کے رفع کرنے کی اہلیت رکھتی ہے یا نہیں؟
۳۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ عمر کی لڑکی نہیں مل سکتی تھی کہ اس کمسن بچی کے ساتھ عقد کیا؟

یہی وہ شکوک و اوہام ہیں جو بطریق سوال پیش کئے جارہے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس موقعہ پر ان کا جواب بھی دے دیا جائے۔

پہلا سوال اور اس کا جواب

یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام دنیا کے واسطے تھی اور ہے۔ اور دین اسلام کی تکمیل آپ ہی کے ہاتھوں ہونے والی تھی اور ہوئی۔ ایسی صورت میں یہ ضروری تھا کہ طبقہ اناث کو احکام و مسائل بتلانے کے لئے آپ کے عقد میں جہاں کئی ایک عمر رسیدہ خواتین ہوں، وہاں ایک کمسن خاتون بھی ضرور ہونی چاہیئے تاکہ وہ کمسن اور کنواری بچیاں جو فرطِ حیا سے ماں برابر جیسی عورتوں سے اپنے مخصوص مسائل پوچھنے میں حیا محسوس کریں، وہ خاص آپ سے مل کر اپنے حالات کا اظہار کرکے اپنی تشفی کرسکیں۔ اور اس

کے لئے صرف حرم نبوی میں داخل ہونا ہی ضروری نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی قابلیت کا پایا جانا بھی ضروری تھا جو احکام و مسائل کے سمجھنے میں کافی مدد دے سکے۔

حالات و واقعات اس امر پر شاہدِ عدل ہیں کہ اس مخصوص انداز میں جو حضرت عائشہؓ کو قدرتی طور پر فضیلت حاصل تھی، وہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی اور کو باوجود زیادتی سن کے حاصل نہ تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس قدر احکام و مسائل حضرت عائشہؓ سے منقول ہیں، کسی اور بیوی سے اس کا عشرعشیر بھی نہیں پایا جاتا۔ اسی لئے تمام دنیائے اسلام بھی آپ کے فضل و کمال کی معترف ہے۔ 'الاستیعاب' میں عطار بن ریاح جیسے جلیل القدر بزرگ سے مروی ہے کہ

كانت عائشةؓ أفقه الناس وأعلم الناس وأحسن الناس رأيا فی العامة (استيعاب علی الاصابة: جلد۴/ص۲۵۸) ''حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ علم والی اور عام طور پر نہایت پختہ رائے رکھنے والی تھیں۔''

اسی کتاب میں امام ابوالضحیٰ سے مروی ہے کہ حضرت مسروق فرماتے تھے کہ

رأيت مشيخة من أصحاب رسول اللهﷺ الأكابر يسئلونها عن الفرائض

''میں نے آنحضرت ﷺ کے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ سے فرائض کے مسائل دریافت کیا کرتے تھے''

ہشام بن عروہؓ کا بیان ہے کہ میرے والد مکرم فرمایا کرتے تھے

ما رأيت أحدا أعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة رضی الله عنها

''میں نے کسی کو حضرت عائشہؓ سے زیادہ عالم نہیں پایا۔ فقہ، طب، شعر ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی ان کا ہم پلہ عالم نہ تھا۔''

امام زہریؒ جو صحابہ کرام کے حالات سے بہترین واقفیت رکھنے والے اور علم حدیث اور فقہ کے مسلمہ امام ہیں، ان کا بیان ہے کہ

لو جمع علم عائشة إلى علم جميع أزواج النبیﷺ وعلم جميع النساء لكان علم عائشةؓ أفضل

''اگر حضرت عائشہؓ کا علم ایک پلہ میں رکھا جائے اور تمام ازواجِ مطہرات اور دیگر تمام عورتوں کا دوسرے پلہ میں اور یہ تمام علم سے آراستہ ہو کر آئیں تو پھر بھی حضرت عائشہؓ ہی کے علم کا پلہ بھاری رہے گا۔''

ابو بردہؒ اپنے والد ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے

ما أشكل علينا أمر فسألنا عنه عائشةؓ إلا وجدنا عندها فيه علما

''مشکل سے مشکل مسئلہ بھی حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا جاتا تو اس کے متعلق بھی علم کا خزانہ

ان کے پاس موجود نظر آتا تھا۔“

یہ تمام حالات کتاب ’الاستیعاب‘ اور ’الاصابہ‘ سے لئے گئے ہیں جو اس فن کی اعلیٰ درجہ کی معتبر کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ ان واقعات و حالات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت عائشہؓ کو قدرت کی طرف سے ایسی مافوق العادت استعداد و قابلیت ودیعت کی گئی تھی کہ عرب کیا ساری دنیا کی عورتوں میں اب تک اس کی نظیر نہیں پائی گئی۔ حتیٰ کہ وہ ازواجِ مطہرات جو آپ سے قبل آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت سے مستفیض ہو رہی تھیں اور ان میں سے اکثر کا تعلق اعیانِ قریش اور صنادید عرب ہی سے تھا، ان میں سے ہر ایک نے آنحضرت ﷺ کی صحبت بھی آپ سے کہیں زیادہ پائی تھی مگر پھر بھی جو فضل و کمال اس کمسن اور خوردسال میں پایا گیا، وہ کسی اور معمر، عمر رسیدہ میں نظر نہ آیا۔ ایسی صورت میں جبکہ قدرت نے پہلے ہی سے آپ کو فضل و کمال کے بے انتہا محاسن عطا کر رکھے تھا اور نکاح کے بعد آپ کی ذاتِ گرامی سے وہ علم و فضل کے چشمے جاری ہوئے کہ اس وقت سے لے کر آج تک کے تمام اہل اسلام اس کے بغیر تشنہ کام نظر آرہے ہیں، کیا کسی کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ آپ نے تمام عرب میں سے اسی کمسن اور خوردسال بچی کو کیوں منتخب فرمایا!!؟

امر واقعہ بھی یہ ہے کہ جس قدرت کی طرف سے آپ کے اندر فضل و کمال کے یہ جواہرات ودیعت کئے گئے تھے اور دنیا کی ہدایت کے لئے آپ کی ذاتِ گرامی کو منتخب کیا گیا تھا، اسی کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو رسم ازدواجی کے پورا کرنے کا اشارہ بھی فرما دیا گیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر ’الاستیعاب‘ میں لکھتے ہیں کہ

> كان رسول الله ﷺ قدرأى عائشةؓ في المنام في سرقة من حرير فتوفيت خديجةؓ فقال إن يكن هذا من عند الله يمضه فتزوجها بعد موت خديجةؓ
>
> ”آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ریشم کے کپڑے میں خواب میں دیکھا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دکھائے گا (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ) حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا“

’الاصابہ‘ میں حافظ ابن حجرؒ اس خواب کا ذکر خود حضرت عائشہؓ ہی کی زبان سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کہا کرتی تھیں:

> أعطيت خلالا ما أعطيتها امرأة: ملكني رسول الله ﷺ وأنا بنت سبع وأتاه الملك بصورتي في كفه لينظر إليها وبنى بي لتسع“ ...... الخ
>
> ”مجھے بعض ایسی فضیلتیں عطا کی گئیں کہ وہ کسی اور بی بی کو نصیب نہ ہوئیں: (ایک) یہ کہ سات سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنی بیوی بنایا، (دوسرے) یہ کہ فرشتہ میری صورت اپنی

ہتھیلی میں لے کر آپ ﷺ کو دکھلانے کے لئے لایا، (تیسرے): یہ کہ ۹ برس کی عمر میں میرے ساتھ آپؐ نے خلوت کی......الخ''

بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بار آپ کو اس نکاح کی طرف بذریعہ خواب توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی ہی زبانی آنحضرت ﷺ کا بیان ان لفظوں میں مذکور ہے:

أریتك فی المنام مرتین إذا رجل یحملك فی سرقة حریر فیقول هذه امرأتك فأكشفها فإذا هی أنت فأقول إن یكن هذا من عندالله یمضه (بخاری: کتاب التعبیر حدیث نمبر ۷۰۱۱)

''تم مجھے دو بار خواب میں اس طرح سے دکھلائی گئیں کہ ایک شخص تم کو ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر دکھلاتا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں جب کپڑا اٹھا کر دیکھتا تو تمہاری صورت نظر آتی تھی۔ میں نے کہا کہ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔''

بعض روایات میں تین بار کا بھی ذکر آیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قدرت کو پہلے ہی سے یہ بات مدنظر تھی کہ آپ کی ذات سے اسلام کو تقویت ہو۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان خوابوں سے واضح ہوگیا۔ کیونکہ اسلامی مفاد مدنظر نہ ہوتا تو بذریعہ خواب آنحضرت ﷺ کو بشارت دیے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ پہلے ہی سے آپ کے روحانی اور جسمانی حالات قدرتی طور پر مافوق العادت ترقی پذیر تھے۔ قدرت کی یہ تربیت خاص انداز میں آپ کے ساتھ اسی لئے تھی کہ آپ سے بڑے بڑے کام اس کو لینا منظور تھے۔ چنانچہ دنیا نے اس کو دیکھ لیا کہ آپ باوجود کمسن اور صنفِ نازک ہونے کے بڑے بڑے فقہا صحابہ سے علمی طور پر برتر تھیں۔

دوسرا سوال اور اس کا جواب

دوسرا سوال جو اس موقع پر کیا جاتا ہے کہ ۹ برس کی لڑکی صحیح معنی میں دلہن بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی۔ اس سوال کا جواب خود واقعات دینے کو تیار ہیں۔ اگر کسی کی نظر ہی وسیع نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔ ہم نے خود اپنے اس زمانہ میں بعض واقعات اس قسم کے سنے ہیں کہ فلاں مقام پر اس عمر کی کمسن لڑکی حاملہ پائی گئی یا اس کو وضع حمل ہوا ہے۔ اخبارات میں بھی ایسے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ہم اس موقع پر ائمہ اسلام کی شہادت پیش کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ اس سن کی عورتیں حاملہ یا ذات الولد پائی گئیں چنانچہ دارقطنی جو حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں عباد بن عباد مہلبی کا بیان مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

أدركت فینا یعنی المهالبة امرأة صارت جدة وهی بنت ثمان عشرة سنة ولد لتسع سنین ابنة فولدت ابنتها لتسع سنین فصارت هی جدة وهی بنت ثمانی

عشره سنة ...... الخ

''میں نے اپنی قوم مہالبہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اٹھارہ برس کی عمر میں نانی بن گئی تھی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ خود اس کو ۹ ر برس کی عمر میں لڑکی پیدا ہوئی اور پھر وہ لڑکی ۹ ر برس میں لڑکے والی ہوگئی اور اس طرح سے ۱۸ ر برس میں نانی بن گئی۔''

اصل یہ ہے کہ لڑکے لڑکیوں کا شباب و بلوغ صرف عمر ہی پر موقوف نہیں۔ زیادہ تر ملکی آب و ہوا اور جسمانی نشوونما کو بھی اس میں بہت کچھ دخل ہے۔ ایک ہی ملک کے قوی الاعضا اور نحیف الاعضا میں چار چار، چھ چھ برس کا فرق پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات چھوٹا لڑکا یا لڑکی بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں اور بڑے ابھی برسوں پڑے رہ جاتے ہیں۔ امام شافعیؒ جو ائمہ اربعہ میں جلیل القدر امام ہیں، آپ کا چشم دید واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

أنه رأى جدة بنت إحدى عشرين سنة وإنها حاضت لاستكمال تسع ووضعت بنتها لاستكمال عشر ووقع ببنتها مثل ذلك (فتح الباری: ص۲۰۳ جلد ۵)

''آپ نے دیکھا کہ ایک عورت اکیس برس کی عمر میں نانی بن گئی۔ اس کی صورت یوں ہوئی کہ نویں برس میں حیض آیا، دسویں برس میں لڑکی جنی اور اس لڑکی کا حیض و حمل بھی اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس سے اکیس برس کی عمر میں نانی کہلانے لگی۔''

اسی طرح صحیح بخاری میں بھی حسن بن صالح کے ذریعہ ایک واقعہ مذکور ہے۔ ان کا بیان ہے کہ

كنت أدركت جارة لنا جدة بنت إحدىٰ و عشرين (بخاری: جلد ا رص ۴۶۶)

''میں نے اپنے پڑوس کی لڑکی کو دیکھا کہ وہ اکیس برس کی عمر میں نانی ہوگئی تھی۔''

ان واقعات اور حالات کے معلوم کر لینے کے بعد غالباً اس عمر میں عورت کے بلوغ میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ علی العموم اس سن میں بہت کم عورتیں بالغ پائی جاتی ہیں مگر اس سے یکدم نفی کا ثبوت کیونکر ہوسکتا ہے اور خاص کر ایسی لڑکی کی نسبت جس کی جسمانی اور روحانی نشوونما کا کمال سب پر ظاہر ہو۔

ہاں ممکن ہے کہ کسی کو اس واقعہ سے شبہ پڑے کہ آپ کی کمسنی اور جھولا وغیرہ کا ذکر آپ کے بلوغ کو تسلیم کرنے سے مانع ہے تو اس کے جواب میں آپ کی توجہ عہد رفتہ کی طرف منعطف کرنے کا مشورہ دیں گے اور اس زمانہ کی سادگی اور معاشرتی حالات کی طرف غائر نظر ڈالنے کی رائے دیں گے، جس سے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔

تیسرا سوال اور اس کا جواب

اس موقع پر تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا کوئی اور لڑکی اس سے زیادہ سن کی آپ کو نہیں مل سکتی تھی۔ اس

کے جواب میں گذارش ہے کہ ہاں ضرور مل سکتی تھی لیکن وہ فضل وکمال جو آپ کے شامل حال تھا، وہ کیونکر کسی اور میں مل سکتا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے علاوہ اور بھی ۸،۹ بیویاں آنحضرت ﷺ کی عقد میں تھیں۔ لیکن کوئی بیوی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں ہوئی ۔ ہم نے جو اوپر آپ کے حالات میں ائمہ کرام کے کلمات کو پیش کیا ہے، اس سے ہر شخص آپکی قابلیت کا بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نہ صرف اہل اسلام میں معزز ومحترم تسلیم کئے جاتے تھے بلکہ کفارِ عرب نے بھی ہمیشہ آپ کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ آپ کا یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ آپ اپنی قوم سے تنگ آکر جب حبشہ کی طرف اوّل اوّل ہجرت کرنا چاہی تھی اور اس قصد سے آپ مکان سے نکل چکے تھے تو راستہ میں 'ابن دغنہ' سردارِ قبیلہ آپ سے ملا۔ اور اسے جب یہ معلوم ہوا کہ آپ ترکِ وطن کرکے اور جگہ جانا چاہتے ہیں تو وہ آپ کو راستہ سے واپس لایا اور کہا کہ آپ جیسا شخص بھی قوم سے الگ کیا جاسکتا ہے؟

مقامِ غور ہے کہ کفارِ عرب جو دین اسلام کے سخت ترین دشمن اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے ایسی حالت میں ایک ایسے شخص کو جو اسلام کا سخت فدائی اور دین کا کامل جاں نثار ہے، اس کو ان کی قوم کا سردار راستہ سے واپس بلا رہا ہے۔ کوئی شخص اس واقعہ سے بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ عرب میں آپ کس شان وشوکت عزت ووقار کے مالک تھے۔ اس سے یہ واضح ہے کہ عرب میں آپ کی شخصیت ایک بے نظیر شخصیت تھی اور مذہبِ اسلام میں تو اہل حق کا اس امر پر کامل اتفاق ہی ہے کہ

إن أفضل الناس بعد الأنبياء بالتحقيق أبوبكر الصديق

''یقیناً انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔''

ایسے عظیم الشان اور معزز خاندان کی لڑکی جو خاندانی شرافت کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے جسمانی اور روحانی محاسن سے بھی مالا مال ہو۔ کیا ایسی معزز خاتون بجز نبی کے کسی اور کے لائق ہوسکتی تھی۔ اور کیا کوئی دوسری لڑکی ان تبلیغی فرائض کی انجام دہی کرسکتی تھی۔

اس کے علاوہ ایک نہایت اہم مصلحت یہ بھی تھی کہ دنیا آگے چل کر یہ نہ کہہ سکے کہ ایسا اولوالعزم نبی باوجود متعدد نکاح وبیاہ کے کسی باکرہ لڑکی سے ہم آغوش نہ ہوسکا۔ جیسا کہ کفارِ عرب نے آپ کے سامنے آپ کے چچا ابوطالب کی معرفت آپ کو راہِ حق سے روکنے کے لئے آخری تدبیر پیش کرتے ہوئے کہا:

۱۔ آپ اگر حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ مگر آپ ہمارے مذہب کی تردید سے باز آجائیں۔

۲۔ اگر آپ مال چاہتے ہوں تو ہم تمام قبائل آپ کے لئے اس کا انتظام کردیں گے۔ مگر آپ ہمارے

مذہب کی توہین نہ کریں۔

۳۔ اگر آپ ہماری لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کو چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار دیتے ہیں کہ اعیان قریش کے خاندان سے بہتر سے بہتر لڑکی منتخب کر سکتے ہیں، مگر ہمارے مذہب کی مخالفت نہ کریں۔

یہ وہ چیزیں تھیں جو آپ کو مذہبِ اسلام سے روکنے کے لئے آپ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ مگر آپ نے اس کے جواب میں جو چچا سے عرض کیا ہے، وہ تمام دنیا کے لئے مقامِ فکر ہے، فرمایا:

> ''اے چچا! اگر میری قوم میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے پر ماہتاب رکھ دے تو پھر بھی میں اَحکامِ الٰہی کی تبلیغ سے باز نہیں آسکتا۔''

آپ کی اس ثبات قدمی اور اولوالعزمی کے صلہ میں خدا نے دولتِ حکومت کے ساتھ عرب کے بہترین سردار کی قابل ترین لڑکی کو بھی آپ کے عقد میں عطا فرمایا جس سے درج ذیل مصالح کی تکمیل باحسن وجوہ عمل میں آئی:

(۱) مسلم خواتین کی اہم اور ضروری مصلحتیں آپ کے ذریعہ انجام پذیر ہوئیں۔

(۲) آپ نے صنفِ نازک میں اس امر کا حوصلہ بتلایا کہ ایک لڑکی عقل وشعور سے کام لے اور محنت کرے تو علم وفضل میں نمایاں مرتبہ پاسکتی ہے۔

(۳) نبی جس طرح اُخروی نعمتوں سے سرفراز ہوگا، دنیا بھی اس کی خواہش اور ارادہ سے زیادہ، اس کی خدمت کے لئے موجود تھی۔

(۴) آپ کی عزت وشرافت کا معیار اس قدر اعلیٰ اور اہم تھا کہ عرب کا بڑے سے بڑا سردار اپنی کمسن بچی کو آپ کے عقد میں دے دینا بھی اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا تھا۔

(۵) دنیا سے بے رغبتی آپ کی کسی مجبوری رعاجزی پر منحصر نہ تھی بلکہ آپ کا زہد وتقدس آپکو دنیا سے دور رکھے ہوئے تھا۔ ورنہ دنیا آپ کی تمام خواہشات کے لئے آپ کے قدم مبارک پر سرنگوں تھی۔

مزید شُبہات

متفق علیہ احادیث کی تکذیب کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ انہی پر اسلام اور قرآنی احکام کا دارومدار ہے۔ اگر ایسی ہی 'درایت' سے آج روایتوں کی تکذیب ہونے لگے تو کل قرآن مجید بھی اسی نام نہاد 'درایت' کے قربان گاہ پر چڑھ جائے گا اور ساری دنیائے اسلام میں الحاد ونیچریت کا نقارہ بجنے لگے گا اور ہمارے اسلام کے پیچھے پڑی ہوئی قوم خود ہمارے ہاتھوں کامیاب ہوجائے گی۔

ہر چند کہ اس کے بعد کچھ بھی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اس کے متعلق کچھ مزید لکھا جائے مگر چونکہ

مضمون نگار حضرات نے اس خلافِ واقعہ تحقیق پر اعتماد رکھتے ہوئے کچھ اور دلائل عقلیہ بھی لکھے ہیں جو بناء فاسد علی الفاسد ہونے کے علاوہ احادیث سے حددرجہ بدگمان کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ان کی مزعومہ درایت پر بھی نظر ڈال لینا مناسب سمجھتے ہیں اور ان کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے ساتھ ساتھ جواب بھی لکھتے ہیں:

مدعی کی پہلی دلیل اور اس پر تنقید

''حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات سے حضور ﷺ کو تبلیغی تکلیفات کے علاوہ گھر کی ویرانی کی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ خانہ داری کا انتظام تتر بتر ہو رہا تھا اور گھر میں بال بچوں کا سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسے حالات میں ضروری تھا کہ گھر کے انتظام کے لئے ایک قابل جوان عورت ہو نہ کہ ۶ برس کی بچی عائشہؓ کا نکاح جو اکثر راویوں کے نزدیک حضرت سودہؓ سے پہلے ہوا، اور بالفرض اگر یہی سچ ہو کہ سودہؓ ہی کا پہلے نکاح ہوا تو وہ بے چاری بڑھیا، بھاری بھرکم تھی جس کا ہلنا جلنا بھی مشکل تھا گھر کا کام کیا کرسکتی؟''

اس کے جواب میں عرض ہے کہ بلاشبہ حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات سے آپ کی اندرونی وبیرونی مشکلات میں اضافہ ہوگیا تھا اور خانہ داری کے انتظام کے لئے ایک قابل عورت کی بروقت ضرورت بھی تھی۔ لیکن اس کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ بوقتِ ضرورت حضرت عائشہؓ خانہ آباد بھی ہوگئی تھیں حالانکہ آپ خود پہلے لکھ چکے ہیں کہ ''ہجرت سے پہلے مکہ میں نکاح ہوا اور ہجرت کے دو سال بعد مدینہ میں رسول اللہ کے گھر میں آباد ہوئیں۔ پس آپ ہی بتلائیں کہ انتظام کی ضرورت تو بروقت مکہ میں ہوا اور منتظمہ دو سال کے بعد گھر میں قدم رکھے۔ وہ بھی مکہ کے بجائے مدینہ میں۔ پھر تو ویران گھر ویران ہی رہا یا آباد ہوگیا۔ اب آپ حضرات کی وہ خانہ آبادی والی مصلحت اور بال بچوں کی نگرانی کی ضرورت کہاں گئی اور بالخصوص اس صورت میں کہ آپ حضرات نے حضرت سودہؓ کو حضرت عائشہؓ سے قبل گھر میں آنا ہی ممنوع قرار دے رکھا ہے جو خلافِ تحقیق کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔

اصل یہ ہے کہ اوّلاً تو حضور ﷺ کے گھر کا انتظام کوئی بڑا بھاری انتظام نہیں تھا اور نہ زیادہ بال بچے۔ ایک حضرت فاطمہ کبریٰؓ جو بقول آپ کے ۱۶/۱۵ برس کی تھیں اور ایک آپ سے چھوٹی رضی اللہ عنہما اور بس۔ ثانیاً: جو کچھ بھی ہو انتظام کے لئے بال بچوں کی نگرانی کے لئے سن رسیدہ تجربہ کار عورت کی ضرورت ہوا کرتی ہے جس کو سب جانتے ہیں اور اس کے لئے حضرت سودہ بروقت کافی ہوگئیں۔ انہیں سے پہلے نکاح بھی ہوا اور یہی پہلے آباد بھی ہوئیں۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۳۷ میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ کے پاس حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ آئیں اور کہا کہ حضور کو خدیجہؓ کی

وفات سے بہت صدمہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:

أجل كانت أمّ العيال وربة البيت "ہاں وہ بچوں کی ماں اور گھر کی منتظمہ تھیں اور اب کوئی نہیں"

تب خولہؓ نے حضرت سودہؓ کے تجربہ کاری اور سن رسیدگی کا تذکرہ کرکے اجازت مانگی کہ اگر حکم ہو تو میں درمیان میں پڑوں۔ چونکہ آپ کو سردست ایسی ہی اہل بیت کی ضرورت تھی، آپ نے اجازت دی۔ بات پختہ ہوگئی، نکاح ہوا اور مکہ ہی میں خانہ آباد ہوگئیں۔

اس کے بعد حضرت عائشہ کی طرف خیال کیا گیا، اس لئے کہ آپ کو ازغیب بشارت ہوچکی تھی۔ چنانچہ آپ نے پیغام دیا اور اس وقت آپ کی عمر ۶ برس کامل ہو کر ساتویں برس میں داخل ہوچکی تھی (اسی وجہ سے آپ کی عمر کی بابت چھ برس اور کہیں سات برس کا ذکر آتا ہے) نہ اس وجہ سے کہ آپ سے گھر کا کام چلے گا بلکہ محض مبشر من اللہ ہونے کی وجہ سے (کذافی الطبقات والاستیعاب)۔ اس نکاح سے بشارتِ ربانی حاصل کرنا مطلوب تھا، نہ کہ خانہ آبادی۔ ہاں جن سے کام چلنے والا تھا، وہ خانہ آباد ہوگئیں یعنی حضرت سودہؓ اور روایۃً یہی صحیح ہے۔

بالفرض حضرت عائشہؓ ہی کے ساتھ پہلے نکاح ہونا مان لیا جائے اور وہ بھی بقول آپ کے زیادہ سے زیادہ سولہ برس کی عمر میں تو اس سے حضور ﷺ کا کیا کام چلا۔ کیونکہ ان سے تو گھر آباد ہوا مدینہ میں اور بروقت ضرورت تھی مکہ میں۔ پس ان سے پہلے نکاح ہوا تو کیا، نہ ہوا تو کیا ۶ کی عمر میں یا ۱۶ کی! فافہم

باقی آپ کے یہ الفاظ کہ وہ بے چاری بڑھیا بھاری بھرکم جس کے لئے ہلنا جلنا بھی مشکل تھا، بھلا گھر کا کام کیا کرسکتی، خلاف تہذیب ہونے کے علاوہ کس قدر خلافِ واقعہ ہے۔ کیا نعوذ باللہ وہ اپاہج تھیں یا گھر میں کدال چلانی تھی۔ کیا حضور کی دل دہی، گھر کے معمولی انتظام اور بچوں کی دیکھ بھال سے بھی قاصر تھیں۔ پھر تو حضور نے ان سے نکاح کرکے اپنی مشکلات میں ایک اور مشکل کا اضافہ کرلیا۔

دوسری دلیل اور اس پر تنقید

> کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ میں مقابلہ کی گفتگو ہوجایا کرتی اور یہ صرف ہم عمروں میں ہی ہوا کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عائشہؓ کی عمر ہجرت کے وقت ضرور سترہ سال ہوگی۔

اس کے متعلق سوائے اس کے کہ آپ کے قوتِ استدلالیہ کی تعریف کروں اور کیا عرض کروں۔ اولاً تو حضرت فاطمۃ الزہرا بحکم فاطمة بضعة منى بالکل اپنے بزرگوار باپ سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی نمونہ تھیں، وہ مقابلہ کی گفتگو کیا جانیں۔ ثانیاً: بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو ایسا ہونا لازمی نہیں۔ ثالثاً اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں میں گاہے بگاہے (نہ ہونے کے

برابر) مقابلہ کی گفتگو ہو جایا کرتی تھی لہٰذا یہ دونوں بھی ہی ہم عمر ہوں واللازم باطل فالملزوم مثله!

تیسری دلیل اور اس پر تنقید

یہ ثابت ہے کہ عائشہؓ کی منگنی جبیر بن مطعم کے بیٹے کے ساتھ ہوئی تھی مگر ان لوگوں نے منگنی توڑ دی کہ ان کے آنے سے ان کے گھر میں اسلام کا قدم آجائے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہجرت کے سال سے پہلے ہوئی تھی اس لئے ضروری ہے کہ منگنی اس سے بھی پہلے ہوئی ہوگی، الخ

اوّلاً یہ غلط ہے کہ جبیر بن مطعم کے بیٹے سے ہوئی بلکہ خود جبیر سے ہوئی تھی۔ ثانیاً یہ بھی غلط ہے کہ مطعم بن عدی کی طرف سے منگنی توڑ دی گئی یہ اور بات ہے کہ ان لوگوں نے حمیتِ جاہلیت کی وجہ سے پہلو تہی برتی تھی مگر منگنی توڑی نہیں تھی۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۳۵ میں ہے:

عن ابن عباس قال خطب رسول الله ﷺ إلى أبى بكر الصديق عائشة فقال آبوبكر يا رسول! قد كنت وعدت بها أو ذكرتها لمطعم بن عدى لابنه جبير فدعنى حتى أسئلها منهم ففعل ثم تزوجها رسول الله ﷺ

ثالثاً کیا یہ ضروری ہے کہ سن تبلیغ سے پہلے منگنی ہوئی ہو۔ کیونکہ ان کو لڑکی لینی تھی، دینی نہیں تھی۔ البتہ یہ کہئے کہ احکامِ نکاح کے نزول سے پہلے ہوئی ہوگی۔

چوتھی دلیل اور اس پر تنقید

حضرت عائشہؓ کے علمی اجتہادات کا زور وشور سے اعلان کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان کو نصف دین مانا گیا ہے۔ یہ کارنامے دس بارہ سال کے بچے سے نہیں ہو سکتے...... الخ

اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ دنیا کے اندر بچوں کی نشو ونما میں قدرت کے اَطوار مختلف ہیں۔ بعض بچے پیدا ہوتے ہی اپنے کمالِ سلامتی اعضا اور ہرے بھرے بدن اور قد وقامت کے لحاظ سے دیکھنے والوں کی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ دیکھتے ہی لوگ اس کو مہینوں کی عمر کا تجویز کرتے ہیں اور بعض ایسے نحیف ولاغر ہوتے ہیں کہ مہینوں کی عمر پر بھی ایک ہفتہ کی عمر تجویز کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس عقل و ذکا اور فہم رسا میں بھی بعض بچے ایسے ہونہار و ممتاز نکل جاتے ہیں کہ صغرسنی ہی سے ان کے فہم و ادراک کی مثالیں ملنے لگتی ہیں۔ یہ سب تو قدرتی آثار ہیں۔ پھر اگر وہ مولود کسی امیر اور علمی خاندان کا ہو تو اس کی نشو ونما اور ترقی علم وفہم کا کیا پوچھنا ہے۔ حضرت عائشہؓ اُمّ المومنین بھی اسی زمرہ کی ایک ممتاز فرد اور نمونہ قدرت تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی امارت اور فقاہت کوئی مخفی چیز نہیں ہے اور پھر حضور سید المرسلین ﷺ سے انتساب و ازدواج و معیت و فیض صحبت سب پر بالا بلکہ سونے پر سہاگہ ہو گیا جس سے ان کے جوہر عقل و ذکا میں ایسی جلا آ گئی اور عامہ و خاصہ تمام امور میں معاملہ فہمی کا ایسا ملکہ راسخہ حاصل

ہوگیا کہ اکابر صحابہ کرام بھی ان کے محتاج ہوگئے اور بڑے بڑے مسائل شرعیہ وسیاسیہ ان سے حاصل کرنے لگے بلکہ فرائض جو نصف علم مانا گیا ہے، اکابر صحابہ اس کے مسائل اسی کم عمر فاضلہ صدیقہؓ سے دریافت فرمانے لگے

قال مسروق والذي نفسي بيده لقد رأيت مشيخة أصحاب محمدﷺ الأكابر يسئلونها عن الفرائض (طبقات:صفحہ ۴۵)

''میں نے آنحضرت ﷺ کے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ سے فرائض کے مسائل دریافت کیا کرتے تھے''

قال عطاء كانت عائشة أفقه الناس وأعلم الناس وأحسن الناس رأيا فى العامة قال هشام ما رايت أحدا أعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة

''حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ علم والی اور عام طور پر نہایت پختہ رائے رکھنے والی تھیں۔......میں نے کسی کو حضرت عائشہؓ سے زیادہ عالم نہیں پایا۔ فقہ، طب، شعر ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی ان کا ہم پلہ عالم نہ تھا۔'' (استیعاب:صفحہ ۷۶۵)

پانچویں دلیل اور اس پر تنقید

رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال اُمت کے لئے نمونہ ہیں، اس واسطے آپ کی پیروی سب کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے سو یہ بات بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۶ برس کی بچی سے نکاح نہیں کیا۔

چھ برس کی بچی سے نکاح کرنا نہ عقلاً کوئی عیب ہے نہ شرعاً کوئی حرج:

أجمع المسلمون على جواز تزويجه بنته البكر الصغيرة لهذا الحديث

''حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ چھ برس کی عمر میں حضور سے نکاح ہوا، سے تمام علماء نے اجماعی طور پر یہ مسئلہ نکالا ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح اگر کردے تو جائز ہے'' (مسلم شریف مع نووی)

اسی طرح اس مسئلہ کا انکشاف تمام کتب ِفقہ میں بھی موجود ہے۔

چھٹی دلیل اور اس پر تنقید

یہ بات سب جانتے ہیں کہ ابتدا میں پیدائش کے وقت کوئی نہیں جانتا کہ مولود دنیا میں نامور ہوگا یا گمنام۔ پھر دنیا میں رہ کر اپنی قابلیت سے نامور ہوجاتا ہے تو اس کا سن وفات اکثر صحیح اور پھر اس کی عمر کا حساب لگا کر سن پیدائش نکالا جاتا ہے جو اکثر غلط ہوتا ہے...... الخ

آپ کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ کا سن وفات جو ۵۸ھ کتابوں میں لکھا ہے، وہ تو صحیح ہے مگر سن پیدائش غلط ہے۔ اس بنا پر حدیثوں میں جو عندالنکاح چھ یا سات برس کی عمر مروی ہے، وہ بھی غلط ہے اور 'اکمال' کی سند کا یقین کرتے ہوئے اپنی کوتاہ نظر اور قصور فہمی سے ۱۶ برس کی عمر جو سمجھ لیا ہے، بس

وہی صحیح ہے باقی غلط۔ کیونکہ اس کے بعد آخر میں بطورِ نتیجہ کے آپ لکھتے ہیں

> ''ہم لوگ خوش اعتقادی سے راویوں کی اس بات پر آمنا و صدقنا تو کہتے ہیں مگر دل میں یہ بات ضرور کھٹکتی رہی۔ سو خدا کا شکر ہے کہ وہ کھٹکا دور ہوگیا۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ راویوں کی بات مانیں یا 'اکمال' کی سند کا یقین کریں۔''

اس کے متعلق ہم زیادہ کہنا نہیں چاہتے۔ ہمیں بھی اکمال کی سند کا یقین ہے۔ بس آپ مہربانی کرکے 'اکمال' کے دونوں متعارض بیانوں کو ملا کر عندالنکاح سولہ برس کی عمر پر چسپاں کردیجئے۔ مگر یاد رکھئے کہ ایسا قیامت تک آپ نہ کرسکیں گے!

فإن كنت لا تدري فتلك مصيبة ــــ وإن كنت تدری فالمصيبة أعظم

اُمت مسلمہ میں فکری اعتدال کا علمبردار علمی وتحقیقی مجلہ ...... محدثین کی علمی روایات کا امین اور فکری تحریک کا ترجمان

ماہنامہ محدث لاہور

علم وادب کے مرکز لاہور سے بتیس سال سے شائع ہونے والا پاکستان کا مقبول ترین علمی وتحقیقی مجلہ

علماء، دانشور، وکلاء، خطباء، طلباء اور اہل فکر ونظر کی اوّلین پسند

☆ ۳ سال سے نئی آب وتاب کے ساتھ ہر ماہ باقاعدہ شائع ہورہا ہے ☆

خوبصورت کمپوزنگ، معیاری سفید کاغذ، دیدہ زیب طباعت، ۷۲ صفحات

ہر شمارے میں ۵ سے زائد اہم مضامین جن میں سے ہر ایک اپنے موضوع پر مکمل کتابچہ ہے

قومی اُمور پر اسلامی نقطہ نظر، کتاب وسنت، فقہ واجتہاد، ایمان وعقائد اور دار الافتاء کے مستقل سلسلے

اسلام اور جدید مغربی اَفکار پر ہر ماہ اہم مضامین ...... نامور محققین، معروف علماء کی تحریریں

عالم اسلام کی علمی تحریکوں کا تعارف وتبصرہ اور منتخب عربی مضامین کے تراجم

محدث میں شائع ہونے والے مضامین اکثر دینی جرائد اور اخبارات دوبارہ شائع کرتے ہیں!

جدید سودی نظریات اور اسلام، جادو کے شرعی توڑ، اسلام کے لئے کمپیوٹر کے استعمالات، مغربی تحریکِ نسواں وغیرہ کے موضوعات پر محدث کے مضامین منفرد اہمیت رکھتے ہیں!

اگر آپ غور وفکر کا رجحان اور لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں تو محدث ہی آپ کی تشنگی کو دور کرسکتا ہے!

بنک اکاؤنٹ: ماہنامہ محدث یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ، ماڈل ٹاؤن کراسنگ، اکاؤنٹ نمبر ۹۸۴

منی آرڈر بھجوانے یا نمونہ منگوانے کے لئے ۴ روپے کا ٹکٹ لگا کر

ماہنامہ محدث، ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰ پر پوسٹ کریں